طبولی فی السماء و الارض دقت
و شاووس السعادة قد بدالی

طبل های عظمت من بیگمان
کوفته شد در زمین و آسمان
غوث الاعظم شیخ عبدالقادر گیلانی (رض)

اثر

استاد خلیل الله خلیلی

اردو ترجمه ـ عبدالغفار گداز

جنوری ۱۹۸۳

بسم الله الرحمن الرحیم

تاریخ وفات حضرت سید حسن نقیب گیلانی قدس الله سره العزیز

سپهر مرتبه سید حسن جناب نقیب   که بود گمشدگان را بسوی حق رهبر
طریق قافلهٔ فیض را مهین مرشد   حریم خانقهٔ عشق را بهین سرور
فروغ عرش ز نور جبین او ظاهر   شکوه فقر به برق نگاه او مضمر
شگفته از نفس گرم وی گل امید   دمیده از لب جانبخش وی بهار اثر
ضیای مشعل دین محمد مرسل   نهال مثمر باغ سلالهٔ حیدر
بر آستانهٔ جدش نهاده اند بفخر   شهان باج ستان تاج احترام از سر
درود باد برین بقعه تا بود روشن   چراغ ماه و ستاره بگنبد اخضر
سلام باد برین روضه تا بود به بهار   گل بنفشه کبود و گل گلاب احمر
چو سال رحلت وی را ز خامه پرسیدم   بجای اشک فروریخت از مژه گوهر

فزود (آه) و بگفتا برای تاریخش
حروف (بندهٔ خاص خدا) همی بشمر

۱۳۶۳ = ۶ + ۱۳۵۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

جب میں بغداد میں حکومت افغانستان کی طرف سے سفیر تھا - حضرت غوث الثقلین سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی (گیلانی) کے مرتبے اخبار و آثار کے بارے میں میں نے مختصر تحریر کیا اور اس کا نام (لوی پیر) رکھا -

اس نام کا انتخاب اس لئے کیا کیونکہ میرے پشتو زبان ھموطن حضرت شیخ کو لوی پیر کے نام سے یاد کرتے ھیں - جبکہ ھماری دری زبان بولنے والے حضرت کو پیر پیراں پیر دستگیر، شاہ جیلان و خواجہ خواجگان کے نام سے یاد کرتے ھیں -

حضرت شیخ کے عالی مقام اور ذکر جمیل کے بارے میں اب تک ھزاروں کتابیں، منظوم اور مقالے کی صورت میں مختلف زبانوں میں مختلف ادوار اور دنیا کے مختلف ملکوں میں تألیف ھوئیں اور چھپیں -

لوی پیر رسالہ ۱۳۰۰ھ برج دلو میں ھمارے شہر کابل میں پشتو اور دری زبان میں چھپا -

دوستوں میں سے ایک نے مجھ پر انتقاد کیا کہ حضرت شیخ کی کرامت جو کہ مختلف کتابوں میں مستندھیں کیوں ان کو صرف نظر کیا گیا - میں نے جواباً عرض کیا کہ اس عاجز کا عقیدہ ھے کہ شیخ کی صراحت گفتار، ھمت عالی، ذخیرہ علم اور استغنا و تواضح آپ کے تمام کرامات سے اولٰی تر ھیں -

کرامت حقیقی اس میں ہے کہ انسانی جسم جو خواہشات کے امراض میں مردہ ہوچکا ہے اسے اس بیماری سے نجات دلائیے یا وہ کہ خاکی و فانی پیکر میں دوبارہ نفس حیوانی پھونک دے!

کرامت اس میں ہے کہ ایسی فصل بوئی جائے جس کا حاصل فوراً ہو۔ اور ایک نگاہ سے بیج حاصل دہ ہو جائے اور بزر آدمیت کو دلوں کے مزرعی میں حاصل دہ کر دے توحید اور عشق اور دوستی کے پھل سے نواز دے؟

کرامت اس میں ہے کہ اکسیر حرص سے مٹی کو سونا بنائیں یا عقل و معرفت کی کیمیا سے سونے کو مٹی شمار کیا جائے؟

کیا کرامت اس کے سوا کچھ اور ہے کہ خضر راہ میں زندگی کے ظلمت کدہ میں بھٹکے ہوئے انسان کی راہ میں مشعل جلا دے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سیدھا راستہ دیکھا دے؟

کیا کرامت کچھ اور ہے کہ ایک بوریا نشین درویش ایسے خلیفہ کے سامنے جس کی شہرت کا چرچا آدھے کرہ زمین پر تھا۔ کھڑا نہ ہو اور اس کی سونے کی تھیلیاں واپس کر دے اور فریاد کرے (مسلمانوں کا یہ خون میرے ویرانے سے دور پھینک دو ایسا نہ ہو کہ دوبارہ خون میں تبدیل ہو کر تمہارے قصر کے دروازے تک سیل کی طرح پہنچ جائے)۔

آیا ان کی کرامات کے اثبات کے لئے یہ ایک نکتہ کافی نہیں کہ منبر پر کھڑے ہو کر حتی کہ خلیفہ وقت کو بھی نکوہش کرتے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا کلام میں نرمی اختیار نہیں کی جا سکتی؟

شیخ نے فرمایا:

میلے بندوں کا جسم صاف کرنے کے غسل دینے والے کا ہاتھ درشت ہونا ضروری ہے۔

کیا یہ نکتہ کرامت کے لئے کافی نہیں کہ انہیں کعبہ کی گرم اور جلا دینے والی ریت پر منہ رگڑتے اور دعا مانگتے دیکھا گیا کہ خدایا مجھے روز قیامت اندھوں میں اٹھانا تا کہ میں نیک لوگوں کو

دیکھ کر شرمندہ نہ ھوں * ۔

بہر حال سننے میں آیا ھے کہ اس طرح کی چند مثالیں جو رسالہ لوی پیر میں ۱۳۰۰ھ کابل میں چھپیں، ھمارے ملک اور شہر میں فائدہ مند ثابت ہیں ۔ سچے مسلمانوں اور صادق ارداتمندوں نے اس رسالہ کو خود بھی پڑھا اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لئے دیا ۔ لیکن بعض ملحدوں نے اس رسالے کو خرید کر نذر آتش کر دیا ۔

ان نیک ایام میں دوستوں نے اصرار کیا کہ میں رسالے کو دوبارہ چھپواؤں اور قسط ثانی کا اس میں اضافہ کروں ۔

لیکن کام الٹا ھو گیا اور توحید کے مضبوط حصار یعنی افغانستان جس کے فرزندان توحید چودہ صدیوں سے اپنا خون دے کر اسلام کا دفاع کر رہے تھے اس مضبوط حصار میں شگاف پڑ گیا ۔ ملحدین اور خدا کو نہ ماننے والوں کے ایک گروہ نے حکم فرماؤں کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ناموس اسلام اور مادر وطن کی حرمت کو پامال کر دیا ۔

دشمن کی وحشی اور خونخوار سپاہ نے اچانک تجاوز کر دیا اور دولت شوروی نے چوروں کی طرح شبخوں مارا اور بشری حقوق کی کرامات کی ھجیاں اڑا دیا ۔

نہ صرف دنیا کی آنکھوں اور کانوں پر پردہ ڈالا بلکہ تاریخ کے حافظے پر بھی مٹی ڈالنا چاھی، کر ملین کے فرمانرواؤں نے جو کہ انسانیت کے دعویدار بنتے تھے اور جھوٹے اپنے آپ کو ستمزدہ لوگوں کا حامی بتاتے تھے اور دنیا کے لئے صلح اور امن کی نگہداری کا دعوا کرتے تھے ۔ شیطانی قوتوں اور دسائس اور بڑی فوجی طاقت کے ساتھ ھوائی اور زمینی طاقتوں کا سہارا

---

* جیسے کہ ایک اولیا نے کہا کہ خدایا حشر کے دن تمام مخلوق کو اندھا اٹھانا ۔ تا کہ میرے سوا تیرا اور کوئی دیدار نہ کر سکے ۔ اور دوسری بار کہا کہ الہی مجھے حشر کے دن اندھا اٹھانا کیونکہ میری گناھگار نگاھیں تیرے دیدار کے قابل نہیں ۔

لیتے ہوئے بے سر و سامان اور بے دفاع ہمسایہ ملک پر حملہ کر دیا۔ بمباری کی۔ آگ لگا دی۔ قتل و غارت گری کی۔ مساجد کو شہید کیا۔ مصاحف کو جلا دیا۔ پاک مشائخ اور روحانی پیشواؤں کے خون سے کئی خانقاہوں کی اینٹوں کو سرخ کر دیا۔ دریاؤں کو زہر آگیں اور فضا کو مسموم کیا۔

بچوں کے سر ماؤں کے سامنے قلم کر دیئے ماؤں کو پستانوں کے ذریعہ لٹکا دیا۔ آخر کار ایسے ایسے کام کئے جن سے تاریخ کے ظالم اور سفاک ترین لوگ بھی شرما جائیں۔

مصنوعی کیمونیستی حکومت کے آغاز میں میں بیماری کی وجہ سے امریکہ روانہ ہو گیا۔ بیگانی سر زمین اور بڑھاپے میں درد بے وطنی تمام دکھوں سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ قلم سے نکلا ہوا ہر لفظ خون دل کا ترجمان اور دیوان اشعار جگر کے چھلنی ہونے کا ثبوت تھا۔

پٹ جھڑ سنہ ۱۳۶۱ھ میں مجاہد بزرگ استاد ربانی کی مدد سے بیمار ہونے کے باوجود پاکستان آ گیا۔ اور ستمدیدہ افغان مہاجرین کا ہمداستان ہو گیا۔

کتنے پریشان ایام جو میرے نصیب میں یہاں لکھے تھے۔ اب خیبر کے پہاڑوں کے دامن تک پہنچ چکا ہوں لیکن یہ مجال نہیں کہ ان روتی ہوئی آنکھوں کو اپنے وطن کی مٹی کو دیکھ کر روشن کر سکوں۔

میں اس شکار کی طرح ہوں جس کے بال و پر توڑ کر پیروں میں زنجیر ڈال کر اسے خاک و خون میں غلطان آشیانے کے نزدیک پھینک دیا جائے اور آشیانے کو آگ لگا دی جائے اور وہ اپنے ہم پروازوں کے ساتھ جو کہ آگ کے شعلوں میں جل رہے ہوں کوئی مدد نہ کر سکے۔

ان ایام کے دوران جبکہ میں اسلام آباد تھا۔ میرے ایک پرانے دوست مجاہد بزرگوار رہبر محاذ ملی اسلامی افغانستان جناب مستطاب سید احمد گیلانی جو کہ سلسلہ سلالہ غوثیہ میں منسلک اور اس سلسلے کے رہبر

هیں نے چاہا کہ رسالہ لوی پیر دوبارہ چھپا جائے اور مجلہ ثانیہ بھی تکمیل ہو -

ان کی اولین خواہش میں نے قبول کر لی کیونکہ مصطفی(ص) خاندان کے پاک خون اور سلسلہ طیبہ غوثیہ کا دم طاہر ان کی رگوں میں دوڑ رہا ہے - وہ حضرت پیر کامل و رہنمائی اہل دل شمع فروزان خانقاہ قادری سید حسن نقیب بغداد کے فرزند ہیں اعنی اس مرد پر کہ جس کی داستان استغنا قدرتمندوں ور حکمرانوں کے سامنے ان کی کرامات اور مقامات کی ذکر جمیل مریدوں اور پیرو کے سامنے اور ان کی عالی صفات کی توصیف افغانستان کے شہروں اور دیہاتوں میں مسلمانوں کی زبان کا ورد ہے - ان کے گرانمایہ بیٹے جناب سید احمد گیلانی موروثی صفات اور اعلی علمی تحصیلات کے علاوہ اب جہاد افغانستان کے رہبروں میں سے اس مقام پر ہیں کہ تاریخ خاندان غوثیہ میں ہمیشہ ان کا نام محفوظ رکھے گی -

جناب مرشد کامل سید حسن جناب نقیب الاشراف بغداد سید علی کے فرزند ہیں - جن کا شجرۂ نسب معتبر کتابوں کے حوالے سے حضرت غوث الثقلین سبط الحسنین شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی (رح) سے ملتا ہے -

آپ سنہ ۱۲۶۷ ق بغداد میں خاندان قادریہ میں تولد ہوئے دینی اور عربی تعلیم مدرسہ باب الشیخ میں علامہ بزرگ شیخ عبدالسلام مدرس مدرسہ قادریہ کے پاس تکمیل کی اور جوانی کے ایام مدرسہ اور خانقاہ غوثیہ میں گذرے -

سنہ ۱۳۱۲ھ ق - قادریہ سلسلے کی پسندیدگی ، ارادت مندوں کے اصرار کے باعث حضرت سید حسن نقیب گیلانی افغانستان تشریف لے آئے تقریباً نصف صدی تک افغانستان کے عوام کو ارشاد و ہدایات اور سلسلہ قادریہ کو توسیع اور ہزاروں مریدوں کی تربیت کے بعد ۱۳۶۳ھ ق - اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور چار باغ صفا جلال آباد کے نزدیک سلسلہ قادریہ کا وہ گوہر گرانمایہ اور شجرۂ مبارک حسنی اور حسینی کا چشم و چراغ

زمین کے سینے میں پنہان ہو گیا ۔

اب آپ کے فرزند گرانمایہ عقیدت مندوں کی آنکھوں کے چراغ ہیں ۔
مصنوعی کیمونسٹ حکومت کے آغاز میں جناب سید احمد گیلانی آپ کے فرزند گرانمایہ آپ کے پوتوں اور دیگر افراد خانہ کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے ۔ اور جہاد اسلامی کی رہبری کا آغاز کیا ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلواۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و
علی عبادہ الصالحین .

مبارک اس آدمی پر جوکہ :

زندگی کے آغاز میں بہت پہلے جب آذان محمدی (ص) کی خوش لہن نوا ہمارے کانوں میں رس گھولتی تھی - اور (ذوالفقار) کے دہانے کے دوسری طرف سے لے کر درہ خیبر تک اور کوہ آسائی ، کوہ شیر دروازہ کی چوٹی تک سحر آفرین ، دلکش اور روح نواز دوسری کوئی آواز نہ تھی - آج تک جوکہ زمین کے لئے چاند بن گئی ہے اور بن رہے ہے، مجھے یاد ہے کہ اللہ کے نیک بندوں میں سے ایک کا نام ہمارے ملک کے لوگوں کی زبان کا ورد تھا -

وہ مظلوم قیدی جوکہ ظلم کے قید خانے اور زنجیروں کی صداؤں کے درمیان آسمان کے نظاروں سے محروم تھا -

جان کنی کی حالت میں بیٹے کے سرھانے بیٹھی بیچاری ماں جس کی لاتعداد راتیں نا امیدی کی سحر میں بدل گئیں تھیں -

وہ محکوم جس کی روح اور جان کو جلاد مرگ اذیت دے رہا تھا -

وہ غریب جو سنگدل سرمایہ دار کے سود کا زیر بار ہو اور جس کی ہمت جواب دے گئی تھی -

وہ بھوکا چرواھا جو وسیع بیابانوں میں سرگردان تھا -

وہ ملاح جو بپھرے ہوئے سمندر میں موت کے ساتھ پنجے میں پنجا ڈال کر مقابلہ کر رہا تھا -

وہ کسان جس کی جلی ہوئی خرمن کی راکھ پر بھی لالچی زمیندار کی نظر تھی - خلاصہ — بہت درماندہ لوگ — بے شمار نا امید لوگ — بہت جوان اور بوڑھے مورچے کے سپاھی سے لے کر مدرسے کے طالب العلم تک - خانقاہ کے خلوت نشین سے لے کر مسجد کے معتکفوں تک - رند خراباتی سے لے کر مناجاتی شیخ تک اس اسم مبارک کو اپنا مونس راز و نیاز اور سوز و ساز بناتے تھے -

بغداد

بلخ سے بغداد تک راستہ لمبا تھا (ام البلاد) بلخ کے ساکنان اور دریا ھیر مند اور ھری رود کے کناروں کے دھقان جنھوں نے دجلہ اور فرات کے اندرونی شہروں کو نہ دیکھا تھا - لیکن بغداد کو مدینۃ السلام کو بلد الزورا کو اور شہر منصور کو بہت قدر دانی کی نگاہ سے یاد کرتے تھے - اور اسے بغداد شریف کہتے تھے -

نہ صرف اس لئے کہ اسلام کا صدر مقام اور ھارون و مامون کا مرکز انصاف تھا -

نہ صرف اس لئے کہ : اندلس ، سمرقند اور سیلون کے جزیہ گزاروں نے ان کے خزانوں کو مالا مال کیا -

نہ فلک بوس محلات کی خاطر اور نہ ھی خلفاء کی شان اور مرتبت کے واسطے - نہ ھوس انگیز اور لذت بخش ہزار و ایک رات داستانوں کے لئے اور نہ (مستنصریہ) کی حرمت اور ان کی انتظامیہ کے شان کی خاطر -

نیلا گنبد :

بلکہ یہ سب عزت و احترام اس نیلے گنبد کے لئے تھا جو کہ :

آسمان کی نیلی چھتری کے نیچے دجلہ کے مشرقی کنارے اور کل کے باب الازج اور آج کے باب الشیخ جو کہ اپنی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے -

وھاں ایک رات رواقوں میں سے ایک کو کھول کر ایک درویش کو زمین کے سینے پر رکھ کر خاک میں پنہاں کر دیا گیا -

وہ درویش جسے لوگوں نے ایک دن دیکھا تھا کہ خانہ کعبہ کی گرم ریت پر اپنا منہ رگڑ رگڑ کر فریاد و زاری کر رہا تھا :

اے خداوند ! مجھے بخش دے اور اگر سزا کا مستحق ہوں تو قیامت کے دن مجھے اندھوں میں سے اٹھا تاکہ میں تیرے نیک بندوں کو دیکھ کر شرمسار نہ ہوں ۔

شخصیت :

یہ بزرگ ہستی تھی شیخ عبدالقادر کی،۔

وہ ہستی جس کو آٹھ سو سال سے ایشیا اور افریقا کے اکثر مسلمانوں نے القاب فاخرہ سے یاد کیا ۔

سنہ ۴۷۰ قمری حضرت محمد مصطفیٰ(ص) کی ہجرت کے بعد ان کی آمد نے دنیا کو چکا چوند کر دیا اور پانچسو اکسٹھ میں جہان فانی کو الوداع کہا ۔

ابجد کے حروف کی رو سے (عشق — ۴۷۰) میں ظہور کیا اور (کمال عشق — ۵۶۱) دار فانی سے کوچ کیا ۔

فراخ سینے والی ایک نحیف ہستی ۔ بلند قامت ، پیوستہ ابرو ، خوبصورت آنکھیں ، گھنی اور لمبی داڑھی اور زرد رخسار ۔

ایسا روحانی چہرہ جسے دیکھنے سے فرحت محسوس ہوتی ۔ لیکن دوسری طرف پتھر دل آدمی بھی جب آواز سنتا تو موم ہو جاتا ۔

سر تا پا وقار ، سراسر جلال ، ہر کسی کے لئے قابل پیار و احترام ۔

وہ ہستی جو حاجتمند بچہ کی فریاد سے تو کانپ جاتی لیکن قصر خلافت اس کی ہیبت سے لرزتا ۔

ان کے جسد خاکی میں ایسا دل رکھ دیا گیا تھا کہ موت کا پنجہ بھی اسے نہ ڈرا سکتا تھا ۔

زندگی کے آخری لمحات میں جب ہر انسان عزرائیل کے پروں کے ٹکرانے سے خشک گھاس کی طرح لرزتا ھے بھی ایک عام انسان کی طرح بستر

مرگ پر ناتوان پڑے تھے ۔

اس وقت ایسے ھنگامے میں ان کے بیٹے عبد الجبار نے پوچھا :

والد محترم کس حال میں ھیں ؟

کہا :

درد نے جسم کے ھر عضو کو بے کار اور آزاد کر دیا ھے اور میں سخت تکلیف میں مبتلا ھوں ۔

صرف میرا دل جوکہ :

میرے پروردگار کے ساتھ ھے ۔

ماں کے دامان سے لے کر
دامان خاک تک

ابتدائی دور :

اٹھارہ سال کی عمر میں تحصیل علم کے لئے جیلان (جائے پیدائش) سے بغداد تشریف لے گئے ۔

رخصتی کے وقت ان کی مہربان والدہ محترمہ (امة الخیر) جن کا حضرت فاطمة زھرا سالار شہیدوں کی ماں اور حضرت محمد(ص) کی دختر نیک اختر سے شجرۂ نصب ملتا تھا ، نے بیٹے کی قبا میں چند دینار سی دئے اور کہا :

بیٹے ھرگز سچ کو مت چھپانا ۔

زندگی کے ھر موڑ پر سچے اور امین رھنا ۔

بیٹے نے ماں سے قول کر لیا ، اور مختصر قافلہ روانہ ھوا ۔

ھمدان کے نزدیک چوروں نے قافلے کو گھیر لیا ، ایک چور نے عبدالقادر سے پوچھا : لڑکے بتا تیرے پاس کیا ھے ؟

کہا :

میری قبا میں چالیس دینار چھپے ھیں ۔

چور نے پرانی اور پھٹی قبا کو دیکھا تو سمجھا کہ اس کا مذاق

اڑا رہا ہے - دوسرے چور نے بھی یہ سوال کیا تو وہی جواب سنا یہ بات چوروں کے سرغنہ تک پہنچی تو اس نے قبا کو پھاڑ کر دینار نکال لئے - چوروں کے سرغنہ نے پوچھا :

تمھیں کس بات نے مجبور کیا کہ تم نے ایک پوشیدہ راز کو افشا کر دیا ؟ کہا ! اس پیمان عہد نے جو میں نے اپنی ماں سے کیاتھا -

چوروں کے سرغنہ نے کہا : افسوس کہ ہم نے خدا سے کئے ہوئے عہد کو توڑ دیا چوروں نے ان کے مبارک ہاتھوں پر توبہ کی اور جو کچھ لوٹا تھا واپس کر دیا -

اخلاص مند طالب العلم :

بارش نہ ہونے کی وجہ سے بغداد میں ایک سال قحط پڑ گیا ، مٹی بے نم اور گھاس سوکھ گئي -

نوجوان طالب علم حضرت عبدالقادر بھوک اور افلاس کے باوجود علم کے حصول میں مصروف تھے - اکثر اوقات درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے اور اکثر راتیں بھوکے ھی کٹتیں اگر کبھی راہ چلتے سلاد کے پتے نظر آجاتے اور کسی دوسرے غریب کی نظر ان پر نہ پڑتی تو انہیں اٹھا کر دجلہ کے پانی میں دھو کر کھا لیتے -

خود کہتے ھیں :

ایک دن بھوک نے مجھے نڈھال کر دیا - گرتے پڑتے سوق الریاحین میں مسجد یا سین تک خود کو پہنچایا اور ایک کونے میں گر پڑا -

اچانک ایک نوجوان عجمی لباس میں مسجد میں داخل ھوا - اس کے ھاتھ میں ایک برتن میں گرم نان اور کباب تھے وہ ایک کونے میں بیٹھ کر کھانے لگا جیسے وہ لقمہ منہ کی طرف لے جاتا ، بھوک کی وجہ سے میرا منہ بے اختیار کھل جاتا لیکن میں نفس پر ھاوی تھا -

نوجوان نے مجھے کھانے کے لئے کہا ، میں نے انکار کر دیا مگر پھر

بھی اس نے اصرار کیا اور بہت بڑی قسم دی جس پر میں نے چند نوالے لے لئے۔

اس نے میرا نام اور شہرت کا پوچھا، تو میں نے کہا کہ جیلان کا رہنے والا ہوں اور فقہ پڑھ رہا ہوں۔ اس نے کہا میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں کیا تم جیلان کے رہنے والے ابو عبد اللہ صومعی زاھد کے پوتے عبد القادر کو جانتے ہو؟

میں نے کہا وہ میں ہی ہوں۔

تعجب سے بولا

خدا کی قسم میں تمہاری تلاش میں تھا، چند دن ہوئے کسی کام کے لئے میں بغداد آیا۔ چلتے وقت تمہاری ماں نے چند دینار مجھے دئے تھے کہ تم تک پہنچا دوں تم نہ ملے۔ اپنی ضروریات کے لئے جو رقم میں لایا تھا وہ خرچ ہو گئی۔ اور نوبت فاقوں تک پہنچ گئی تھی۔ مجبوراً تمہاری ماں کے دئے دیناروں سے میں نے یہ کھانا خریدا۔ میرا خیال تھا کہ کل میں واپس چلا جاؤں گا۔

شیخ عبد القادر نے کہا:

جب یہ ثابت ہوا کہ یہ دینار میری ماں نے بھیجے ہیں تو ان کم دیناروں میں سے چند دینار میں نے اسے دے دئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

بغداد کے مقتدر خلیفوں کے ساتھ:

خلیفہ عباسی المستنجد باللہ ایک دفعہ آدھی رات کے وقت حضرت شیخ کی خانقاہ میں آیا اور دس تھیلیاں سونے کی اھداء کیں اور اصرار کیا کہ شیخ ان تھیلیوں کو قبول فرمائیں۔

آپ نے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے پڑر اصرار کیا۔ شیخ نے دو تھیلیاں اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر انھیں ایک دوسری کے ساتھ رگڑا اور کہا:

اے خلیفہ یہ لوگوں کا خون ہے!

پیدا کرنے والے کی قسم اگر تیری نسبت خاندان نبوت سے منسلک نہ ہوتی تو ان تھیلیوں کو اتنا دباتا کہ ان میں سے خون بہہ کر قصر خلافت تک پہنچ جاتا۔

جب خلیفہ المقتضی لامر اللہ نے ایک ظالم کو بغداد کے قاضی کی حیثیت سے مقرر کیا تو ایک جمعہ کے دن جب کہ ہزاروں لوگ شیخ کا وعظ سننے کے لئے منبر کے گرد جمع تھے اور خلیفہ بھی شان و شوکت کے ساتھ مسجد میں نماز کے لئے حاضر تھا۔ شیخ نے منبر پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے خلیفہ کو مخاطب کیا اور کہا :

اے خلیفہ ! تو نے خدا کے بندوں پر ایک ظالم انسان کو قاضی مقرر کر دیا ہے۔ خدا کے نزدیک اور اس ذات کے نزدیک جو ہر مہربان سے مہربان تر ہے کل کیا جواب دو گے ؟

شیخ کے خطاب کی ہیبت تھی کہ خلیفہ نے دوسرے ہی دن قاضی کو مقام قضا سے بر طرف کر دیا دوسرے جمعہ جامع مسجد میں سب نماز پڑھنے میں مصروف تھے اور شیخ خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک شور بلند ہوا اور ایسا محسوس ہوا کہ مسجد کے در و دیوار لرز اٹھے ہوں۔

خلیفہ ڈر گیا اور پوچھا یہ کیا تھا ؟

لوگوں نے عرض کیا کہ شیخ نے چھینکا تھا اور حاضرین نے تشمیت کیا۔ یعنی (یرحمك الله) کہا۔

یہ تشمیت کا شور تھا۔

اگر کبھی حضرت شیخ کسی محتاج کے بارے میں کسی خلیفہ کو سفارش کرتے تو عام اور مصطلح کلمات کے بجائے لکھتے۔

عبد القادر کا یہ حکم ہے۔

خدایان باطل۔

حضرت شیخ کہتے تھے۔

کب تک کب تک ؟

اپنے اوپر دوسروں پر، سونے چاندی پر، اس خرید و فروخت پر

اور ان پر جو کے شہروں پر حکمرانی کرتے ہیں اور آپ ان پر اعتماد کرتے ہیں ۔

زنہار اے لوگو! اے خدا سے منکرو :

جس کسی پر بھی تکیہ کرتے ہو اور جس کسی سے ڈر یا امید رکھتے ہو یا نفع اور نقصان اس کے حوالے کرتے ہو تو سمجھ لو کہ تم نے اسے خدائی کا مقام سونپ دیا ہے۔

اے مردہ دل لوگو!

طاقت و آمریت ، دولت و ثروت کے پوجنے والو ، سلاطین کے دروازوں میں پناہ لینے والو ، سمجھ لو حق سے دور رہ گئے ہو۔

زنہار ! زنہار نفع اور نقصان ان کے ہاتھوں میں نہیں ہے ۔ وہ نہ دے سکتے ہیں اور نہ لے سکتے ہیں ۔

سلطان ایک ہے ،

لینے والا ایک ہے ،

دینے والا ایک ہے۔

اور روز بخشش کو پیدا کرنے والا وہ ہے۔

اس دنیا کی ہر ہستی قیدی کے مانند ہے۔ اس قیدی کی طرح جس کے ہاتھ اور پاؤں زنجیروں میں جکڑ رکھے ہوں اور کسی طوفانی دریا کے کنارے درخت کی شاخ پر اسے لٹکا دیا ہو اور اس کے چاروں طرف تیر اور نیزے لگا دئے ہوں ۔ کتنی بیوقوفی کی بات ہے کہ انسان ایسے عظیم سلطان سے اپنا رشتہ توڑ کر کسی ایسے قیدی کو اپنی پناہ بنا لے جو کہ پہلے ہی اسیر ہے ۔

دنیا سے دل لگانا ۔

کہتے تھے :

دنیا کی اچھائیوں سے فائدہ اٹھانا نیک اور کار حسنہ ہے۔

دنیا پر حکمرانی کرو ۔

نہ کہ غلام اور فرما نبردار بنو۔
دنیا کو بلاؤ کہ تمہارے دروازے پر رہے۔
نہ کہ تم ان کے دروازے پر ہو
چھوڑ دو کہ دنیا تمہاری غلام رہے
نہ کہ تم اس کے غلام بنو
نیک آدمی کا دل فاسد دنیا کا بازیچہ نہیں ہوتا۔
بلکہ دنیا اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے
لیکن وہ اسے نہیں چاہتا
جو دنیا کو اپنے اختیار میں رکھتے ہیں
دنیا ان کو اختیار میں نہیں لا سکتی۔
پیغمبر اسلام (ص) کا درست قول یہ ہے کہ :
اچھا مال اچھے لوگوں کے نصیب ہوتا ہے۔
اے لوگو !
دنیا کی دولت کو نیک نیتی سے ذخیرہ کرو ہاتھ میں لو مگر دل میں جگہ نہ دو دروازے تک رکھو نہ کہ حرم کے اندر تک۔
حلال کام سے فائدہ اٹھائیں
خداوند اسے عزیز رکھتا ہے جو اپنی محنت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔
خداوند مفت خوروں اور ناکارے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو دوسروں پر بوجھ بنتا ہے خداوند کے قہر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

درباری ملاؤں

کہتے تھے :
اے غلط ملا
آپ لوگ علم کے ساتھ خیانت کرتے ہیں ۔ آپ لوگ خداوند (ج) اور اس کے رسول (ص) کے دشمن ہیں آپ لوگ ظالم اور منافق ہیں۔
اے ریائی زاهدو اور ملاؤ !
کب تک جھوٹ اور ریاکاری ۔

آپ لوگ دنیا کی حقیر چیزوں کی خاطر اپنے حکم دینے والوں کے ساتھ منافقت کرتے ھیں - آپ اور ظالم حکام خدا کے بندوں پر ظلم اور خدا کے حقوق مین خیانت کرتے ھیں۔

خداوندا ! پروردگارا !

منافقوں کو ھدایت دے یا خوار کر دے۔ ظالموں کو جڑ سے ختم کر دے یا ان کی اصلاح کر دے۔

اے ریاکار عالم تجھے شرم نہیں آتی

حرص نے تجھے مجبور کر دیا ھے کہ تو ظالموں کی مدد کرے اور ان کے مال حرام سے فائدہ اٹھائے۔

مگر تو نے دین کو افسانہ سمجھ لیا ھے

اسلام تمہاری بے انصافی پر رو رہا ھے اور انصاف چاھتا ھے۔ دین کی دیوار تیری وجہ سے مسمار ھو چکی ھے اور اس کی بنیاد تک لرز گئی۔

اے زمیں پر رھنے والو !

اکھٹے ھو جاؤ تاکہ دین کے ویرانوں کو آباد کریں۔

آؤ کہ ھاتھ پکڑ کر اسے اٹھائیں

اے سورج !

اے چاند !

اے ایام !

آؤ : آؤ :

حضرت شیخ شب بیداری ، عبادات و اذکار، لوگوں کے وعظ و نصیحت و تربیت کے باوجود علم کی تدریس کے لئے وقت نکالتے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ :

بے علم نتوان خدا را شناخت

روزانہ چار سو محبرہ (قلمدان) جو کہ چار سو طالب علم کے نمایندہ تھے ان کے مدرسے میں حاضر ھوتے - تیرہ علم جو اس زمانے میں

رائج تھے پڑھاتے ہر علم کا ایک خاص وقت مقرر تھا -

لوگوں کو جب بھی شرع و علم میں کوئی مشکل در پیش ہوتی تو آپ سے رجوع کرتے - آپ اس مشکل کو اپنی فوق العادہ ذہانت سے حل کر دیتے جس پر علماء انہیں داد و تحسین کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس سلسلے میں زیادہ کہانیاں لکھی گئیں ہیں -

کسی نے ایک دن کہا کہ میں کوئی ایسی عبادت کروں جسے کوئی دوسرا اس شکل میں یا اس طریقے سے نہ کر سکے - اور اگر میں ایسا نہ کروں تو میری منکوحہ بیوی طلاق ہو۔

اس نے بغداد کے علماء سے رجوع کیا مگر کوئی بھی اس کا حل تلاش نہ کر سکا یہ بات حضرت شیخ تک پہنچ گئی کہا :

مشکل ہے مگر کعبہ تک پہنچ جائے حرم کو خالی کرے اور اکیلے طواف میں مشغول ہو جائے کیونکہ خانہ کعبہ کا اور کوئی ثانی نہیں گویا اس وقت خدا کی تنہا عبادت کر لے۔

عوام پر رحم

کہتے تھے :

اے مخلوق میری آرزو آپ لوگوں کی فلاح اور بھلائی میں ہے میری تمنا ہے کہ دوزخ کا دروازہ آپ لوگوں کے لئے بند اور جنت کا دروازہ کھلا رہے - کیونکہ مجھے یقین ہے کہ پروردگار سب کے لئے مہربان ہے اور اللہ کے کرم کی کوئی انتہا نہیں -

کہتے تھے :

علماء حقیقی اور راہ حق پر چلنے والے ، گنہگار بندوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

لوگ ان علماء کی اولاد کی طرح ہیں -

کون ہے جس کا فرزند زندان میں ہو اور اسے اس کی نجات کی تمنا نہ ہو۔

آپ امراء اور وزراء کے لئے کھڑے نہ ہوتے۔ جب وہ لوگ ان سے ملنے آتے تو آپ دوسرے حجرے میں چلے جاتے تاکہ ان کے استقبال کے لئے کھڑا نہ ہونا پڑے اور اسی طرح مجلس کے برخاست پر بھی پہلے اٹھ کر چلے جاتے - لیکن غربا کے ساتھ بیٹھے رہتے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے جامے بھی دھوتے - اور انہیں دستر خوان پر اونچی جگہ پر بٹھاتے - فقیر کے بچے کا استقبال کھڑے ہو کر کرتے اور سلام میں پہل کرتے -

وزراء اور حکماء کو وعظ کے دوران صریح اور درشت کلمات سے تنبیہہ کرتے تھے اور منبر سے نیچے آنے پر بھی ان لوگوں پر نظر التفات نہ ڈالتے -

ایک دن ایک عقیدت مند (ابو الفتح مسعود) نے عرض کیا ؟

کیا نرم کلامی سے مخاطب کرنا ممکن نہیں۔

حضرت شیخ نے کہا :

لوگوں کے میلے جسم کو صاف کرنے کے لئے غسل دینے والوں کا ہاتھ درشت ہی ہونا چاہیئے -

حضرت شیخ لوگوں کے سوالوں کا جواب سخت عالمانہ اور صوفیانہ انداز میں دیتے -

آپ سے پوچھا گیا :

محبت کیا ہے؟ کہا :

وہ تکلیف دہ کانٹا جو دوست اپنے عاشق کے دل میں اتارتا ہے اور دنیا کو اس کی نظر میں یا تو حلقہ خاتم اور یا حلقۂ ماتم بنا دیتا ہے

محبت وہ نشہ ہے جس میں سہو نہیں، وہ یادیں ہیں جو بھولی نہیں جا سکتیں، ایسا دریا ہے جس کی موجوں کو سکون نہیں۔

پیدا اور پنہاں ہر حال میں دل دوست کے لئے ہوتا ہے - ایثار اور قربانی مجبوری ہے نہ اختیاری - محبت اندھی ہوتی ہے اور غیرت قبول نہیں کرتی کہ دوست کے علاوہ کسی اور پر نظر پڑے لیکن حجاب اس کی

بھی اجازت نہیں دیتا کہ محبوب پر نظر ڈالی جائے۔

عاشق وہ مست ہے جو محبوب کو دیکھے بغیر ہوش میں نہیں آتا۔ اور وہ بیمار جس کا دوست کو دیکھے بغیر مداوا نہیں یہ آوارہ لوگ صرف خدا سے انس پیدا کر سکتے ہیں۔

حقیقت کے بارے میں پوچھا گیا!

کہا :

حقیقت وہ ہے کہ اس کی ضد اس کے مقابل کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور اس کے مقابلے میں قیام نہیں کر سکتی۔

شوق کے بارے میں پوچھا گیا، کہا :

نیک شوق وہ ہے جو مکرر دیکھنے سے پیدا ہو اور دیکھنے سے کوئی فتور پیدا نہ ہو۔ اور نزدیکی و قربت سے ختم نہ ہو جائے۔ خوبصورتی جتنی زیادہ ہو شوق اتنا زیادہ ہو جائے۔

پوچھا گریہ کیا ہے ؟

کہا :

اسے رونا چاہئے

اس کے لئے رونا چاہئے

اس پر رونا چاہئے

آخری لحظات

مسجد

مدرسہ

آرامگاہ

کتاب خانہ

آخری لمحات

اقلت شموس الاولین و شمسنا ابداً علی فلك العلی لاتغرب

یعنی جانے والوں کا سورج غروب ہو چکا مگر ہمارا سورج آسمان رفعت سے کبھی غروب نہیں ہو گا۔

وہ خدا کی تجلی جس کی روشنی میں نصف صدی تک صبح سے شام تک مدرسہ سے لے کر محراب تک علوم اسلامی پڑھا جاتا تھا۔ اور کتاب زندگی کا اسرار کشف ہوتا۔ بالاخر ۱۱ ربیع الاول سنہ ۵۶۱ ھ۔ق اور ۱۱۶۵ میلادی کو غروب آفتاب کے وقت مدرسہ و محراب کے اس آفتاب نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ وہ دل جو خدا کے رازوں کا آئینہ دار تھا۔ اکانویں سال تک دھڑکنے کے بعد بند ہو گیا۔ اور زمان و مکان کی حدود کو توڑ دیا۔

بغداد کے باسی اس قبلہ روحانی کی بیماری سے مضطرب تھے۔ دریا دجلہ کی لہروں کی تڑپ اور ساکنان بغداد کے دلوں کی دھڑکنیں ایک ہو کر ہم آواز ہو گئیں تھیں۔ ہر لحظہ خطرہ تھا کہ حضرت غوث الاعظم قطب العارفین، قافلہ سالار اولیاء کی رحلت کی خبر سن کر ہزاروں لوگوں کا ہجوم باب الازج میں نہ ہو جائے۔ مجبوراً مدرسے کا دروازہ بند کر دیا گیا اور راتوں رات تدفین کے مراسم کو انجام دے دیا گیا۔

آپ کے فرزند عبد الوہاب نے اپنے والد بزرگوار کے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور اس نورانی پیکر کو مدرسے کے ایک رونق میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اور اب جب کہ کئی صدیاں گذر چکی ہیں وہ بلند مقام آستانہ آج بھی دن رات ہزاروں زائرین اور عقیدت مندوں کی بوسہ گاہ ہے۔

آخرین کلمات :

آخری لمحات میں آپ کے فرزند عبد الوہاب نے کہا؟

جناب والد بزرگوار آپ کے بعد ہم کس حالت میں رہیں اور کس راہ پر چلیں۔

کہا :

تقویٰ پر

خدا کے سوا کسی سے مت ڈریں

خدا کے سوا کسی سے امید مت رکھیں

جو چاہتے ہو اسی سے مانگو کہ سب نے اسی کی طرف جانا ہے۔

آرام گاہ ، مدرسہ :

حضرت شیخ کے انتقال کے بعد خلفای عباسی اور ارادتمندوں نے آرامگاہ کی تعمیر کا کام شروع کیا۔

مسجد اور مدرسے کو بڑا کیا اور کتابخانے کو آپ کی زیارت کے پہلو میں بنا دیا گیا۔ باب الازج میں مدرسہ آرامگاہ کے کنارے واقع تھا۔

اوائل میں تدریس کے فرائض بزرگوار شیخ (ابو سعید مخرمی) کے ذمے تھے ، جو کہ حنبلیوں کے پیشوا اور شیخ عبدالقادر کے استاد تھے۔

چونکہ شیخ ابو سعید اس جہاں فانی سے انتقال کر گئے تھے تدریس اور مدرسہ کا کام شیخ عبدالقادر کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

شروع شروع میں مسلمانوں نے دور اور نزدیک سے حضرت قادریہ کے پاس رجوع کیا گو کہ مدرسے اور مسجد میں اتنی گنجائش نہ تھی۔

شیخ لوگوں کے وعظ اور نصیحت کے واسطے صحرا میں منبر رکھتے ارادتمندوں نے مدرسے کی توسیع کا کام شروع کیا۔ حتی کہ بڑے بڑے فقہا بھی اس تعمیر کے کام میں حصہ لیتے۔

مرد و زن کی ھمکاری سے مدرسہ کی توسیع کا کام ۵۲۸ھ میں اختتام پذیر ھوا۔

کہتے ھیں کہ لوگوں کا اشتیاق اس حد تک تھا کہ ایک دن ایک فقیر عورت شیخ کے پاس آئی اور کہا :

یہ آدمی جو میرے ساتھ آیا ھے میرا شوھر ھے اور اس پر میرا ۲۰ دینار حق مہر ھے۔ میں آدھا حق مہر اسے بخشش دوں گی لیکن شرط یہ ھے کہ باقی آدھے حق مہر کے بدلے میں یہ مدرسے کی تعمیر کا کام کرے۔

اس عورت کے اصرار پر شیخ نے قبول کر لیا اور پانچ دینار اس کے شوھر کو بخشش دیئے اور باقی پانچ دینار کے بدلے میں اسے مسجد کے کام پر لگا دیا شروع ھی سے مدرسہ لوگوں کے لئے قابل احترام تھا۔

شیخ ابو العباس بندیجنی نے دیکھا ھے کہ بڑے بڑے علماء اور

فضلا جیسے شیخ بقا بن بطووقطب روزگار سید علی ھیتی و شیخ ابو سعید قیلوی اپنے ھاتھوں سے مدرسے میں جھاڑو لگاتے اور بڑے بڑے مشائخ حضرت شیخ کے زمانے میں مدرسہ کے دروازے کو چومتے۔

ھر زمانے میں علماء بزرگ اس مدرسہ میں تدریس اور امامت و خطابت کرتے رھے۔ جن کا ذکر معتبر کتابوں میں موجود ھے۔

مدرسہ کی تأسیس کے زمانے میں کتابخانہ مدرسے کے نزدیک بنایا گیا سب سے پہلے شیخ ابو سعید مخرومی نے اس کی بنیاد رکھی اور شیخ عبدالقادر نے اس کی توسیع کی اور دن بدن کتابوں کی تعداد میں اضافہ ھوا۔

تخریبات :

یہ عظیم اور بلند پایہ تعمیر چار بار ویران ھوئی۔

سال ٦٥٦ ھ۔ق میں ھلاکو کے خونخوار سپاھیوں کے حملے میں۔

سال ٩١٤ ھ۔ق میں شاہ اسمعیل صفوی کے حملے میں۔

سال ١٠٣٨ ھ۔ق شاہ عباس صفوی کے حملے میں۔

سال ١٢٣٦ ھ سیلاب میں۔

ان حملوں کی وجہ سے مسجد، مدرسہ اور آرامگاہ نہ صرف تباہ ھوئیں بلکہ کتابخانے سے نادر کتب بھی ضائع ھوگئیں۔

حتی کہ ھلاکو کے حملے اور فساد میں تمام کتابوں کو دجلہ میں پھینک دیا گیا۔

ان نادر کتابوں میں سے ایک نسخہ حضرت قادریہ کے کتابخانے میں موجود ھے جس پر پانی کے اثرات نظر آتے ھیں۔

یہ مبارک عمارت ھر مرتبہ تباہ ھونے کے بعد دوبارہ بنتی رھی اس کی تعمیر و تزئین میں سلطان سلمان قانونی، سلطان مراد بن سلطان احمد اور سلطان محمود اور آخری سلاطین عثمانی تک نے حصہ لیا۔

ھمارے زمانے میں بھی بغداد کے ادارے اوقاف نے اس آرامگاہ، مسجد، مدرسہ، اور کتابخانے کی ترمیم میں حصہ لیا ھے۔

آرامگاہ ، مسجد کے دو رواقوں کے درمیان اونچے اور بلند گنبد کے نیچے واقع ہے گنبد کا اندرونی حصہ بلور سے آراستہ ہے قبر شریف چاندی کے پنجرے میں احاطہ کر دی گئی ہے ۔ ملا طالبانی کے دری اشعار پنجرے کے بالائی حصہ میں کندہ ہیں ۔

طالبانی عراق کے مقتدر اور متاخر شاعروں میں سے ہیں جو کہ عربی دری ، کردی ، ترکی زبانوں میں شاعری کرتے تھے اور حضرت شیخ کے مقبرے کے ایک کونے میں مدفون ہیں ۔

زمانہ قدیم سے رائج ہے کہ قبر پر ایک نازک پردہ لٹکایا جاتا ہے حضرت شیخ کی تربت پر لٹکانے کے لئے پردہ حریر اور کبھی سنہری تاروں سے بنا ہوا پردہ خلیفہ المستنجد باللہ و مستضی باللہ و سلطان قانونی و سلطان مراد خان و سلطان محمود خان اور سلاطین عثمانی آخری دور تک دیتے رہے ابھی تک اکثر اسلامی ملکوں کی طرف سے یہ ہدیہ حضرت قادریہ کی تربت پر نذر کیا جاتا ہے ۔

سال ۱۳۵۴ شمسی کے آخر میں افغانستان کے صدر نے عراق کا رسمی دورہ کیا تو حضرت شیخ عبدالقادر کے مزار پر بھی حاضری دی ۔ اور حکم دیا کہ جامع مسجد کی قبلہ رو دیوار کو افغانستان کے سنگ رخام سے آراستہ کیا جائے خدا کا شکر ہے کہ یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا اور اب یہ دیوار اور ایک شمالی محراب افغانستان کے رخام اور بدخشان کے لاجورد سے آراستہ ہے ۔

کتاب خانہ :

حضرت قادریہ کا کتابخانہ تمام تباہیوں کے بعد دوبارہ ترتیب دیا گیا ہے او علمی خزانوں میں سے ایک تصور کیا جاتا ہے ۔

پچیس ہزار سے زیادہ چھپی ہوئی کتابیں اور دو ہزار مخطوط نسخے اس کتابخانے میں موجود ہیں جس سے شایقین علم استفادہ کرتے ہیں ابھی تک دری اور ترکی کے مخطوط نسخ کو ترتیب نہیں دیا گیا ۔

ایسے وثایق اس کتابخانے مین موجود ہیں جن کے مطالعہ سے بلاشبہ

طریقہ قادریہ اور تاریخ زیارت مبارکہ پر ایک نئے باب کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

جناب عبد اللہ خان افغانی کا تحفہ۔

قادریہ کتابخانے کے تحایف میں جناب عبد اللہ خان الیکوزئی قندھاری کے تحفے کا ایک ممتاز مقام ہے۔

جب کشمیر افغانستان کا قلمرو تھا۔ والی کشمیر جناب عبداللہ خان نے ۱۲۱۱ھ-ق میں قرآن پاک کا ایک نسخہ حضرت قادریہ کے کتابخانے میں بطور تحفہ بھیجا۔ اس ھدیہ مبارکہ کی دو جلدیں ھیں۔ قرآن کریم تحت الفظ دری زبان میں بہت خوبصورتی سے لکھا گیا ہے اور حاشیہ پر ترچھی لائنوں میں تین تفسیریں لکھی گئی ھیں تفسیر نسقی۔ تفسیر بیضوی۔ اور تفسیر حسینی۔ معلوم ھوتا ہے کہ اس با ذوق افغان والی کے اخلاص کے باعث بہترین خوش نویسوں اور نقاشوں نے اس قرآن کریم کی تزئین کے لئے کام کیا۔

اس قرآن کریم کے طلائی اوراق کا وزن اتنا ہے کہ دو آدمی ایک دوسرے کی مدد کے بغیر ایک ورق کو نہیں اٹھا سکتے۔

یہ مبارک صفحات کتابخانہ قادریہ میں ایک خاص میز پر کمرے کے بالائی حصے میں رکھے گئے ھیں۔

باقی مصاحف میں سے ایک اور نفیس مصحف شہزادہ روشندل مغل (دارا شکوہ) کی کتابت میں موجود ہے۔ جو کہ حضرت شیخ کے کتابخانے میں ھدیہ کے طور پر بھیجا گیا ہے۔

نسب نامہ

باپ کی طرف سے :

ابی صالح محی الدین عبدالقادر پسر موسی پسر سید عبداللہ پسر یحیی زاھد پسر محمد پسر داؤد پسر موسی پسر عبداللہ پسر موسی پسر

عبداللہ پسر موسی الجون پسر عبداللہ محض پسر حسن پسر الثمنی پسر امام حسن پسر علی بن ابی طالب ۔ (اللہ کا درود سب پر)

ماں کی طرف سے :

شیخ عبدالقادر پسر ام الخیر امۃ الجبار (فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی زاہد) بن ابی جمال الدین سید محمد بن سید محمود بن ابی العطا (عبداللہ) بن کمال الدین عیسی بن ابی علاۓ الدین امام محمد جواد بن امام علی رضاۓ بن امام موسی الکاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی ابی طالب ۔

(اللہ کا درود سب پر)

پیشوایان طریقت :

شیخ عبدالقادر ۔ شیخ ابی سعید المبارک مخرمی ۔ ابی الحسن هکاری ابی الفرج طونوسی ، عبدالوا حد تمیمی ابی بکر شبلی ، جنید بغدادی ، سری سقطی شیخ معروف کرخی ، ابی الحسن علی رضا ، امام موسی کاظم ، امام جعفر صادق ، امام محمد باقر ، امام زین العابدین ، سید الشہدا امام حسین ، امیر المومنین اسد اللہ علی ابن ابی طالب ۔

(خدا کا درود سب پر)

حضرت شیخ کی تالیفات :

١ — غنیۃ لطالبی طریق الحق مطبوع مکرر

٢ — المواهب الرحمانیۃ

٣ — تفسیر قرآن کریم محفوظ کتابخانہ رشید کرامہ در طرابلس شام اور دو جلد اور ناقص نسخہ دائرۂ هندیہ میں

٤ — تنبیہ الغبی الی رویۃ النبی محفوظ واتیکان ۔ روم میں

٥ — جلاۓ الخاطر (مذکور کشف الظنون میں)

٦ — حزب بشایر الخیرات طبع اسکندریہ

۷ — سر الاسرار محفوظ کتابخانہ قادریہ
۸ — فتوح الغیب مطبوع مکرر
۹ — یواقیت الحکم (مذکور در کشف الظنون)
۱۰ — رسالہ غوثیہ محفوظ کتابخانہ اوقاف میں
۱۱ — حزب شیخ عبدالقادر جیلانی محفوظ کتاب خانہ اوقاف میں
۱۲ — فتح الربانی مطبوع مکرر
۱۳ — رسالہ وصیت:
اور اشعار دری کے دیوان جو کہ شیخ میں نسبت دیا گیا ہے۔

وہ کتب جو شیخ کے بارے میں عربی میں لکھی گئی ہیں۔

۱ — بہجۃ الاسرار — تالیف شطنوفی مطبوع
۲ — قلاید الجواہر — تالیف تادفی مطبوع
۳ — السیف الربانی — تالیف ابن عزوز مطبوع
۴ — فتح المبین — تالیف عبدالرحمن نقیب مطبوع
۵ — تفریح الخاطر — تالیف لادیلی مطبوع
۶ — تحفۃ الاکابر — تالیف مغربی مطبوع
۷ — مناقب الشیخ — تالیف بونینی مطبوع
۸ — درالجواہر — تالیف ابن جوزی
۹ — اسنی المفاخر — تالف یافعی
۱۰ — ریاض البساتین — تالیف محی الدین تولنی مطبوع
۱۱ — الروض الزاہر — تالیف احمد بن محمد قسطلانی
۱۲ — مختصر الروض الزاہر — تالیف ابراہیم الدیری
۱۳ — روضۃ الناظر — تالیف فیروز آبادی صاحب قاموس
۱۴ — روض الناظر — تالیف شیخ محمد سعید سنجادی
۱۵ — مناقب شیخ عبدالقادر — تالیف عبدالرحمن طالبانی
۱۶ — الدر الطاہر — تالیف مجدل
۱۷ — تحفۃ الابرار — تالیف شیخ علی گیلانی — محفوظ

۱۸ — الکواکب الزاهره ابو الهدی صیادی

۱۹ — مناقب شیخ القادر عبدالرحمن سهروردی

۲۰ — نزهة الخاطر ملا علی قاری هروی

۲۱ — غبطة الناظر ابن حجر عسقلانی

۲۲ — عقد جواهر المعانی مجهول

۲۳ — الکواکب الدریه مجهول

۲۴ — شیخ عبدالقادر محمد علی عینی طبع پاریس

۲۵ — بهجة الاسرار نور الدین لخمی

۲۶ — الباز الاشهب ابن جوزی

۲۷ — الباز الاشهب ابراهیم دروبی

۲۸ — شیخ عبدالقادر حیاته اواثاره - سادائی

۲۹ — تاریخ جامع شیخ عبدالقادر شیخ هاشم العظمی اور کئی کتب اور رسالے جو میری دسترس سے بعید تھے -

همارے ملک کے لوگوں کا حضرت قادریه کے ساتھ روحانی پیوند سلسله مبارکه قادریه شروع هی سے افغانستان منتقل هوا - متدین هراتیوں کے لئے کتنے فخر کی بات هے که حضرت شیخ عبد القادر کے مخلص دوستوں میں سے ایک ابو عبد الله محمد بن احمد بن ابو الفتح هرات کا رهنے والا تھا - وه چالیس سال تک شیخ کی خدمت کرتے رهے اور حضرت کی عنایات ان پر تھیں اور حضرت شیخ کی ان سے بے تکلفی تھی - یهاں تک که ان کو محمد طویل کهه کر پکارتے تھے اور ان کے لئے دعا خیر فرماکر کهتے تھے که اس کا قد لمبا هے خداوند اس کی عمر بهی دراز کرے(۱) هراتیوں کا دوسرا ارتباط یه هے که ان کا ایک هم وطن فقیه اعظم علامه شهیر ملا علی قاریؒ نے اپنی ایک اهم کتاب نزهة الخاطر کو شیخ کی ثنا میں لکھا هے اور اس کتاب میں حضرت شیخ کے آثارو اخبار کا دفاع

---

(۱) طبقات شعرانی و بهجة الاسرار و قلاید الجواهر و فتح المبین میں ان کا ذکر موجود هے اوران کا شمار سیاحوں میں هوتا هے۔

کیا ہے - ہمارے ملک کے عقیدت مند لوگوں نے کئی منظوم و منثور رسالہ پشتو اور دری زبان میں حضرت شیخ کے بارے میں لکھے ہیں جو کہ دوری وطن کے باعث میں انھیں حاصل نہیں کر سکا -

یہ روحانی ارتباط ابھی تک افغانستان میں موجود ہے اس آخری صدی میں ہمارے مجاہدوں کا ملی سرکردہ قادریہ کے مشائخ میں سے ایک ہے اور وہ مجاہد اعظم ملا نجم الدین (صاحب ھدہ) میں مشہور ہے - وہ صوبہ غزنی مقام شلگر کا رہنے والا تھا . وہ سال ھا برطانیہ کے استعمار کے خلاف لڑتا رہا - اس کے بزرگوار جانشینوں نے بھی قید و بند کے باوجود جہاد سے منہ نہ موڑا -

روایات سے ثابت ہے کہ ملا نجم الدین نے زہد و تقویٰ میں شیخ کی قدم قدم پر پیروی کی ہے -

ملا پایندہ محمد مشہور بہ (استاد) اس بزرگوار کا خاص شاگرد اور ایک امین اور صادق شخص تھا ، کہتا تھا :

میرے شیخ ملا نجم الدین علمی اور روحانی کمالات کے مالک تھے جب مبارزات اور خونی جنگوں کے بعد دوبارہ افغانستان میں آئے تو کابل میں تنور سازی کے مقام پر ایک مسجد میں قیام کیا - دو بھیڑیں ان کے پاس تھیں ان کے دودھ سے روزہ افطار کرتے ، ہم مجبوراً ہر روز صبح بھیڑوں کا منہ باندھ کر عمومی چراگاہ تک انھیں لے کر جاتے تاکہ دوسروں کی فصلوں میں منہ نہ ماریں - ان کا کہنا تھا ، ہزاروں عارف و عاصی جوکہ یوغ اسارت سے تنگ تھے ان کی زیارت کے لئے تنور سازی میں جمع ہو گئے -

حکومت نے حادثے کے ڈر سے پغمان میں ان کو بہت سی زمین دے دی کچھ دن جو وہاں قیام کیا زائروں کا ہجوم بڑھ گیا -

مجاہد شیخ کے دیدار کے لئے لوگ آتے تاکہ ان کی باتوں سے فائدہ اٹھا سکیں جوانمردوں کے پیشوا نے پغمان کے سرسبز باغ حکومت کو واپس کر دئے :

ایک تاریک رات کو اپنے ساتھی گھوڑے پر سوار ہو کر جلال آباد کی طرف روانہ ہو گئے اور ھدہ کے خشک صحرا کو اپنے رہنے کے لئے منتخب کیا - استاد پایندہ محمد کا کہنا ھے -

کابل میں قیام کے دوران ایک دن دوستوں کے اصرار پر تعزیت کے لئے دربار میں گئے تو قصر میں جاتی دفعہ اور واپسی پر اور جتنی دیر وھاں بیٹھے اپنا کھدر کا جامہ ھاتھوں سے اوپر اٹھائے رکھا اور قصر سے باھر آ کر اپنے پاؤں کو دھویا - جب کہ تمام دربار کے سپاھی موجود تھے کہا یہ فرش مسلمانوں کے خون سے آلود نظر آتے ھیں اس لئے پاؤں کو دھونا لازمی تھا -

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

بغداد میں مقام حضرت قادریہ کسی وقت بھی افغانستان کے عوام سے خالی نہیں ھوتا بہت سے لوگ ایسے تھے جو یہاں آئے اور مٹی بن گئے - ایک قابل ذکر یادگار یہاں پر مقبرہ مرحوم محمد شریف خاں امیر شیر علی خان کے بھائی کا ھے - خانگی جھگڑوں کے باعث جو یہاں آئے اور یہیں پر وفات پائی - ان کی قبر حضرت شیخ عبدالقادر کی آرامگاہ کی دیوار کے باھر ھے ان کی قبر پر ایک مختصر گنبد جس کے پائے سنگ مرمر سے بنے ھیں تعمیر کیا گیا - خود اور ان کی اھلیہ پہلو بہ پہلو دفن ھیں - ان کے مزار پر نہایت خوش خط چند ابیات لکھے ہوئے ھیں - لیکن افسوس ھے کہ یہ گنبد بہت خستہ حال ھو چکا ھے مرحوم محمد اکبر خان پسر محمد عمر خان نائب سالار محمد زئی سنہ ۱۳۰٤ ھ میں وفات پا گئے وہ بھی وھاں دفن ھیں -

(خداوند سب کی مغفرت کرے)

خدا کا شکر ھے کہ یہ رسالہ اول ثور ۱۳۰۰ شمسی یعنی جس دن مسجد شیخ کی ترمیم کا کام ختم ھوا اسی دن یہ رسالہ بھی مکمل ھوا -

خلیلی

طبولی فی السماء و الارض دقت
و شاووس السعادة قدبدالی

طبل های عظمت من بیگمان
کوفته شد در زمین و آسمان
غوث الاعظم شیخ عبدالقادر گیلانی (رض)

غـوث الاعـظـم

اثـر

استاد خلیل الله خلیلی

اردو ترجمه ـ عبدالغفار گداز

جنوری ۱۹۸۳